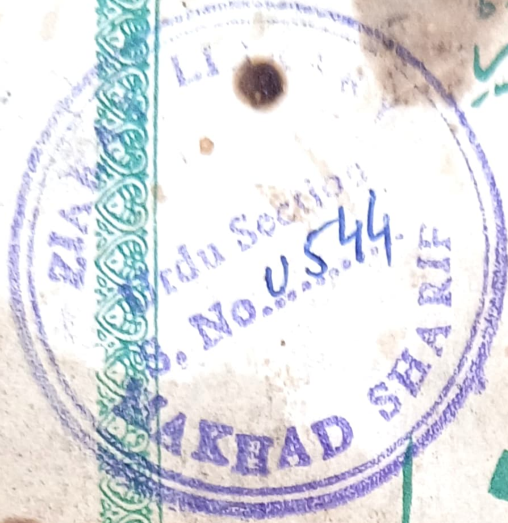
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



شمس الضحیٰ

5.32

مُصنف

حضرت خواجہ زین الدین چشتی نظامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمس الضحیٰ

مصنف

حضرت خواجہ زین الدین چشتی نظامی

جامعہ عالیہ دینیہ حضرت مولانا محمد علی مکھڈی رحمۃ اللہ علیہ

بفیضانِ نظر

حضرت مولانا

فتح الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

دینی و عصری علوم کا حسین امتزاج

تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان سے الحاق شدہ

- ناظرۃ القرآن
- حفظ القرآن
- تجوید القرآن
- درسِ نظامی

تمام شعبہ جات میں

داخلہ جاری ہے

عصری علوم

جماعت اول تا بی۔ایس

(سوشل سائنسز)

جامعہ عالیہ دینیہ حضرت مولانا محمد علی مکھڈی رحمۃ اللہ علیہ

مکھڈ شریف (اٹک)



0343-5894737, 0342-5276304

مُصنّف :-

حضرت خواجہ زین الدّین صاحب چشتی نظامی

ناشران :-

الحاج غلام معین الدّین صاحب و صاحبزادہ علاؤ الدین صاحب چشتی نظامی

تاریخ طبع ______ ۷ دسمبر ۱۹۷۶ء مطابق ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

تعداد ______ 500 پانچسو

سپر آرٹ پریس کراچی



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

کتاب شمس الضحیٰ فی مسائل الاربعتہ التی تتعلق بحیاۃ المصطفیٰ ۔ مصنفہ خواجہ زین الدین چشتی نظامی المکڑ دی ثم اترگوی جس میں چار ضمیمہ جات ہیں ۔

ضمیمتہ الاولیٰ فی بحث الموت والحیوۃ والثانی فی بحث الروح والثالث فی سماع الموتیٰ والرابع فی ثبوت عذاب القبر ۔

اِن چاروں ضمیمہ جات کے ذکر کے بعد کتاب نجم الھدیٰ فی حیات المصطفیٰ مکمل ہو گئی ۔

والحمد للہ علیٰ ذٰلک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الباب الاول فی بحث الموت والحیوۃ

موت ایک ایسی صفت ہے جو حیات کے تغیر پر بدن کو لاحق ہوتی ہے۔ یہ فقط روح کا بدن سے جُدا ہونے کا نام نہیں بلکہ ایک وجودی شئ ہے جس کی اپنی تخلیق ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر[۱] جلد نمبر ۸ صفحہ ۱۷۰

واختلفوا فی الموت فقال قومٌ انہ عبارۃ عن عدم ھٰذہ الصفات وقال اصحابنا انہ صفۃ وجودیۃٌ مضادۃ للحیٰوۃ واحتجوا علیٰ قولھم بانہ تعالیٰ قال۔

الذی خلق الموت والحیٰوۃ والعدم لا یکون مخلوقاً ھٰذا ھو التحقیق۔ ترجمہ:۔ موت میں اختلاف ہے ایک قوم اسے عدمی کہتی ہے اور ہمارے اصحاب احناف کہتے ہیں صفت وجودی ہے اور ضد حیات ہے اور اس پر دلیل فرمان ایزدی ہے۔ الذی خلق الموت والحیٰوۃ۔ اور عدم مخلوق نہیں ہوتا یہی تحقیق ہے۔ تفسیر[۲] ابی السعود صفحہ ۱۹۳

والموت عند اصحابنا صفۃ وجودیۃ مضادۃ للحیٰوۃ: ترجمہ:۔ موت ہم حنفیوں کے نزدیک ضد حیات ہے، اور صفت وجودی ہے۔ روح البیان جلد دوم صفحہ ۴۷ والموت عند اھل السنۃ صفۃ وجودیۃ۔ ترجمہ: اہل سنت کے نزدیک موت صفت وجودی ہے۔

حوالہ نمبر ۲ تفسیر شیخ زادہ علی البیضاوی جلد نمبر ۳

صفحہ ۵۵۶ - خلق الموت والحیٰوۃ واحتج اهل السنۃ بہذہ الایۃ علی ان الموت صفۃ وجودیۃ وقالوا لو کان امرًا عدمیۃ لما تعلق بہ الخلق والتکوین

حوالہ نمبر ۳ اسی طرح روح المعانی پارہ 29 میں لکھا ہے مذہب اکثر اهل السنۃ والجماعۃ - یہ ہے کہ موت صفت وجودی ہے کیونکہ خلق اس سے متعلق ہے، اور اعدام سے بوجہ ازلی ہونے سے متعلق نہیں ہوسکتی ہے۔

حوالہ نمبر ۴ اسی طرح علامہ عینی شرح صحیح البخاری صفحہ ۶ میں لکھتے ہیں الموت لیس بعدمٍ انما ھوانتقال من دار الی دارٍ

ترجمہ :- موت عدمی چیز نہیں ہے بلکہ ایک جہاں سے دوسرے جہان کو منتقل ہونے کا نام ہے۔

حوالہ نمبر ۵ اسی طرح طی الفراسخ الی منازل البرازخ صفحہ ۵۶ میں ہے موت نہ علام محض ہے اور نہ فناء صرف وہ تو نقط القطاع ہے اس تعلق کا جو روح کو بدن کے ساتھ رہتا ہے اور مفارقت ہے اور حیلولت ہے ان دونوں کے درمیان اور بدلنا ہے ایک حال کا اور انتقال ہے ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف ابو نعیم نے عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی ہے کہ تم تو ابدالاباد تک بقا کے لیے پیدا کیے گئے ہو لیکن تم منتقل ہو جاتے ہو ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف ہ

موت کیا ہے یہ راز ہی کھل گیا زندگی ایک رُخ بدلتی ہے۔

اس کنارے سے اس کنارے تک جیسے اِک موج جا نکلتی ہے

پس متذکرہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ موت اکثر اہل سنّت والجماعت کے نزدیک صِفت وجودی ہے۔ اور ان دونوں نے درمیان تضاد ہے ہاں بعض اہلِ سنّت والجماعت کے نزدیک موت عدمی ہے تو تقابل علام والملکۃ ہوا دیکھو روح المعانی پارہ ۲۹ صفحہ ۴ وذھب القلادیۃ ولبعض اھل السنۃ الی انہ امرٌ عدمیٌ وھو علام الحیاۃ عما من شان ان یکون حیًا وھو المتبادر الاقرب۔ ترجمہ:۔ بعض قلادیۃ و اھل سنّت والجماعت اس طرف گئے ہیں کہ موت عدمی ہے اس معنٰی کے ساتھ کہ نہ ہونا حیات کا اس چیز کے ساتھ جس کی شان حیات ہے اور یہی متبادر اور اقرب ہے۔ اور اسی طرحِ اہل سنّت بھی لکھتے ہیں ملاحظہ ہو قاموس صفحہ ۲۰۱۷ الموت ھو عدم الحیاۃ عما من شانہ ان یکون حیًا وعدم الحیاۃ عمن اتصف بھا وعلی کل فالتقابل بین الموۃ والحیاۃ تقابل العدم والملکتہ۔

ترجمہ:۔ یعنی موت اس حیات کا عدم ہے جس کی شان سے زندہ ہونا ہے۔ یا علام ہے حیات کا اس ذات سے جو اس سے متصف ہے لغت کی کتاب قاموس میں ہے کہ موت تین قسم ہے:۔

قِسم اوّل:۔ نفس بدن سے جُدا ہونا اسے موت زمانی کہتے ہیں:۔

قِسم دوم:۔ نفس کا صحتِ معرفت سے جُدا ہونا یہ موت الٰہی ہے۔

قسمِ سوم :۔ نفس کا شہوات بدن سے جُدا ہونا یہ موت ارادی ہے صوفیائے کرام کے نزدیک موت ایک حجاب کا نام ہے۔ جس کی وجہ سے لقاء رب اور تجلّی کے انوار رُک جاتے ہیں۔ اس طرح مجمع البحار جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۲۱ میں جس کے ترجمہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے اور عبارت بوجہ خوف طوالت نہیں لکھی جاتی۔

ترجمہ :۔ ہم موت جمیع حیوانات کا اعتقاد بوجہ فناء دنیا رکھتے ہیں بخلاف دہریوں کے کہ وہ بوجہ عقیدۂ قدم عالم منکر موت ہیں۔ یا ہم یوں کہتے ہیں کہ موت اللہ کے حکم سے ہی آتی ہے۔ فساد مزاج کیوجہ سے موت نہیں آتی۔ اور یہ موت دار النعیم کے پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ موت اگرچہ فناء ظاہر ہے لیکن حقیقت میں ولادت ثانیہ ہے دیکھو تخم خرما زمین میں فناء ہونے کے بعد نخل ثمر دار ہو کر نکلتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ خلق الموت والحیوۃ۔ یعنی موت اگرچہ فناء ظاہری ہے لیکن در اصل موصل الی النعیم ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ بعض اہل سنت والجماعت موت کو عدم کہتے ہیں وہ عدم محض نہیں کہتے یہ بات واضح کر دینی ضروری ہے کہ نظریہ قرآن پاک کا نظریہ کفار سے مختلف ہے کیونکہ عربوں کا تصور موت کے متعلق یوں چلا آ رہا ہے۔

نمبر (۱) موت فقط روح کے بدن سے جُدا ہونے کا نام ہے اور ایک امر عدمی ہے۔

نمبر (۲) ان کے اعتقاد میں نہ بقائے جسد تھی نہ بقائے روح۔

نمبر (۳) ورود موت کے بعد پھر روح اور جسد دنیوی کا اجتماع ان کے

نزدیک محال ہے تو قرآن پاک نے ان کے نظریئے کی تردید فرمائی ارشاد باری ہے
وَقَالُوا ءَ اِذا کنا تراباً وعظاماً ءَ انا لمبعوثون خلقا جدیداً اقل کونوا
حجارۃً اوحدیداً او خلقاً مما یکبر فی صدورکم فسیقولون
من یعیدنا قل الذی فطرکم اول مرۃ بنی اسرائیل پارہ ۱۵
ترجمہ :۔ کفار کہتے ہیں جب ہڈیاں چور چور ہو جاویں گی کیا پھر نئے سرے
سے بن کر اُٹھیں گے، آپ فرما دیجیئے کہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا کوئی اور
خلقت جس کو تم نے مشکل سمجھا ہو بن جاؤ پھر وہ پوچھیں گے ہمیں زندہ
کون کرے گا۔

فرما دیجیئے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا وہ زندہ کرے گا اور
اسی طرح ارشاد باری ہے۔

وَقَالُوا ءَ اِذَا ضَلَلۡنَا فِی الارض ء انا لفی خلق جدیدٍ
بل ھم بلقاء ربھم کافرون قل یتوفاکم ملک الموت
الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون۔

ترجمہ :۔ اور کہا انہوں نے کیا ہم کھوئے جاویں گے ہم بیچ زمین
کے کیا ہوں گے ہم بیچ پیدائش نئی کے بلکہ وہ ملاقات رب اپنے
کے کافر ہیں کہہ قبض کرلے گا تم کو فرشتہ موت کا وہ جو مقرر کیا گیا
تھا تمہارے پھر طرف رب اپنے کے پھیرے جاؤ گے :۔

اس پر حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی فرماتے ہیں یعنی
تم آپ کو محض بدن اور دھڑ سمجھتے ہو کہ خاک میں مل جل کر برابر ہو گئے

ایسا نہیں تم حقیقت میں جان ہو جسے فرشتہ لے جاتا ہے بالکل فنا نہیں ہو جاتے

موضح القرآن اور مقدمہ مشکلات القرآن صفحہ ٦٧ میں مولانا انور شاہ کشمیری صدر مدرس مدرسہ دیوبند کہتے ہیں جاہلیت کے اعتقاد میں موت پر توفی کا اطلاق درست نہ تھا کیوں کہ ان کے اعتقاد میں نہ بقائے جسد تھی اور نہ فناء تھی اور نہ لقائے روح توفی وصول کرنے کو کہتے ہیں ان کے عقیدہ میں موت توفی نہیں ہو سکتی قرآن مجید نے موت پر توفی کا اطلاق فرمایا ہے اور بتلایا ہے کہ موت پر وصول یابی ہوتی ہے نہ کہ فناء محض اس کو ایک کلمہ پر عیاں کر دیا اور کہیں اس لفظ کا اطلاق اپنے اصلی معنی فناء جسد مع الروح کے ساتھ کیا ہے نہ وصول یابی پر۔

پس قرآن پاک نے مدلل طریقے سے اس عقیدہ کفار کا رد فرمایا اور اس ظاہری موت پر بھی حیات کو ثابت کر دکھایا اور فرمایا کہ موت فناء کلی نہیں اور عدم تام بھی نہیں بلکہ الانتقال من دارٍ الی دارٍ یعنی ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف انتقال کرنے کا نام ہے جیسا کہ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ موت ایک لباس اتار کر دوسرا لباس پہننے کا نام ہے موت وحیات کا تقابل باعتبار اشارہ خلق الموت والحیاۃ - اور حدیث ذبح موت پر تقابل تضاد معلوم ہوتا ہے - اور بعض اہل سنت والجماعت کے مسلک پر تقابل عدم والملکۃ ہے - باقی رہے تقابل تضائف اور تقابل ایجاب وسلب وہ یہاں نہیں بن سکتے ہیں - تقابل تضائف کے نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حیات کا تعطل موت پر موقوف نہیں اگر تضائف ہوتا

تو طرفین کا تعطّل ایک دوسرے پر موقوف ہوتا اور ایجاب وسلب اس لئے نہیں ہے کیوں کہ لفظ زندہ اور لفظ مردہ ہر دو کا ایک دوسرے پر حمل مواطاۃ صحیح نہیں اس لئے تاکہ کسی زندہ کو حیات کہیں اور مردہ کو موت کہیں۔

بلکہ زندہ کو حی کہا جاتا ہے۔

علیٰ ھٰذا القیاس، مردہ کو میت کہا جاتا ہے نہ موت۔

الباب الاول فی بحث الموت والحیٰوۃ۔ الحیات مایصح۔ بوجودہ الاحساس ومعنی خلق الموت ایجاد ذالک المصحح واعدامہ والمعنی خلق موتکم وحیاتکم ایھا المکلفون

ترجمہ:۔ حیات اسے کہا جاتا ہے جس کے وجود سے احساس صحیح ہو سکے اور معنی۔ خلق الموت والحیٰوۃ مصحح، موجود کرنا اور معدوم کرنا ہے تفسیر محیط جلد ثامن صفحہ ۲۹۷ اور تفسیر خازن جلد اوّل صفحہ ۴۴ تحت کنتم امواتا الخ والحیاۃ حقیقۃً فی القوۃ الحساسۃ او مایقتضیھا وبھا سمی الحیوان حیوناً مجازاً فی القوۃ النامیۃ لانھا من طلائعھا ومقصد ماتھا وفی مایخص الانسان من الفضائل کالعقل والعلم والایمان من حیث انھا کمالھا وغایتھا والموت بازائھا یقال علی ما یقابلھا فی کل مرتبۃ قال سبحانہ وتعالیٰ قل اللہ یحییکم ثم یمیتکم وقال اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا وقال او من کان میتاً فاحیینٰہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس واذا وصف الباری تعالیٰ

اُرید بہا صحۃ اتصافہ بالعلم والقدرۃ اللازمۃ بھذہ القوۃ فیہا او معنی قائم ... بین انہ یقتضی ذالک علی الاستعارۃ۔

ترجمہ :۔ اور حیات حقیقی قوت حساسہ میں ہے جیسے وہ چاہے۔ حیوان مجازاً قوت نامیہ میں کہا جاتا ہے کیونکہ قوت نامیہ اس کے ذرائع اور مقدمات میں سے ہے اور اسی طرح فضائل مختصہ انسان مثل عقل و علم و ایمان بحیثیتہ کمال و غایۃ حیات ان کو مجازاً حیوان کہا جاتا ہے اور موت کا اطلاق حیات کے ہر مرتبہ کے مقابلہ میں ہوتا ہے جیسا کہ آیاتِ متذکرہ بالا سے مقابلہ ظاہر ہے انسان کی زندگی کے مقابلے میں موت کو ذکر کیا گیا ہے اور زمین کی خشکی پر موت کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے اسی طرح اسلام پر زندگی کا اطلاق ہے اور کفر کو مجازاً موت کہا گیا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کو اس وصف حیوٰۃ سے متصف کیا جاتا ہے تو اس سے مراد اتصاف علم و قدرت ہوتا ہے جو کہ وصف حیات سے لازم ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ زندگی کے چار دور ہیں۔

(۱) عالم ارواح پہلا دور۔

(۲) عالم دنیا۔

(۳) عالم برزخ۔

(۴) عالم آخرت۔

(۱) عالم ارواح :۔ اس میں عہد الست بربکم کہا گیا ہے۔ اس دور کی انتہا والدہ کے بطن میں ہوگی اس عالم کو عالم ارواح اس لئے

کہا جاتا ہے کہ اس کے سوا انسانی زندگی کے جتنے دور ہیں سب میں روح کے کے ساتھ بدن متعلق ہوتا ہے خواہ ظاہر طور پر ہو جیسا کہ اس دُنیا میں خواہ نہایت ہی لطیف انداز میں ہو جیسا کہ قبر میں۔

(۲) عالم دُنیا[۲]:۔ یہ ایک عارضی زندگی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

وَما ھٰذہ الحیاۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان۔

ترجمہ:۔ نہیں ہے حیات دنیا مگر کھیل اور تماشا ملاحظہ ہو روح المعانی پارہ ۲۱ صفحہ ۱۲۔ اور ہمیشہ کی زندگی تو آخرت کا مقام ہے۔ کاش کہ یہ لوگ سمجھتے اشارہ تحقیر:۔

کیف لا والدنیا لا تنزل عند اللہ جناح بعوضۃٍ

فقد اخرج الترمذیؒ من سھل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کانت الدنیا تعدل عند اللہ جناح بعوضۃٍ ما سقٰی کافرًا منھا شربۃً

وقال العارفین الدنیا احقر من ذراع خنزیر میت بال علیھا کلب بید مجذوم۔

ترجمہ:۔ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر جتنا قدر ہوتا تو کافر ایک گھونٹ بھی نہ پیتا (یعنی جہان دنیا میں) اور بعض عارفینؒ نے کہا ہے کہ بازو خنزیر مردہ جس پر کتے نے پیشاب کیا ہو، اور پھر مجذوم کے ہاتھ میں ہو

اس سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا حقیر ہے الغرض قرآنِ پاک نے اِس عالم کو الحیٰوۃ الدنیا سے تعبیر فرمایا ہے :۔

(۳) عالم برزخ :۔ اور موت کے بعد قیامت تک قائم رہنا ہے اس میں روح اور بدن کا نہایت لطیف تعلّق قائم رہتا ہے۔

اِس میں دُنیا والوں کا پردہ ہوتا ہے اور آخرت پوری طرح سامنے نہیں آتی، یہاں پر زندگی کے لئے روح اور حیات میں ملازمت نہیں ہے روح اگر بدن میں نہ بھی ہو صرف تاثر اس کا ہو تب بھی اس کو زندہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شُد بہ عشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام مما

(۴) عالم آخرت ! جسے قرآن کریم نے

وَان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون

یہ وہی آخری مقام ہے جہاں جاکر ٹھہرنا ہے اور فنا نہیں۔

فھٰذہ الانفس اربع دور کل دارٍ اعظم من التی قبلھا

ترجمہ :۔ پس انسانی زندگی کے یہ چار دور ہیں ان میں سے ہر ایک دور اپنے پہلے دور سے بڑا ہے۔

بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اور جہان بھی ہے جو عنصری نہیں ہے جس میں معانی جو کہ اجسام کے ساتھ مناسب الصفتہ ہیں متمثل ہوتے ہیں۔

اسے عالم مثال کہا جاتا ہے، تو گویا عالم مثال ایک شیشہ ہے جس سے حقائق اور معانی متصف مناسب الصفتہ منعکس ہوتے ہیں جتنی صورتیں اور شکلیں اس میں نظر آتی ہیں وہ اسی آئینہ میں منعکس ہوتی ہیں اور یہ عالم کوئی اشیاء کے کے رہنے کا محل نہیں ہے بلکہ اس کو عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان ایک برزخ کا درجہ حاصل ہے جو کسی صورت یا شکل کو متضمن نہیں ہوتا۔ اور یہ عالم مثال کوئی رہنے کی جگہ نہیں فقط دیکھنے کا آئینہ ہے جس میں حقائق اور معانی اترتے ہیں تو اس لحاظ سے پانچ جہان ہو گئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الباب الثانی فی الروح

وفیہ فصول عشرۃ

١- الفصل الاول فی تعریف الروح - ٢- والفصل الثانی فی حقیقت الروح-
٣- والثالث ہل للروح جسم ام لا - ٤- والرابع - ہل الروح
خلق قبل البدن - ام بعدہ - ٥ ہل الروح حادث - ام لا =
٦- والسادس ہل للروح مغائر للنفس ام لا =
٧- والسابع - للروح کم امن اقسام -
٨- الثامن - ہل الروح یموت - ام لا -
٩- التاسع - ہل یعلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم حقیقۃ الروح - ام لا -
١٠- العاشر ہل بعد الموت یبقی تعلق الروح بالبدن - ام لا -

الفصل الاول - فی تعریف الروح

روح کی تعریف کتاب الروح میں ابن قیم نے یوں کی ہے ص ٢٢٠
انہ جسم مخالف بالماھیۃ لھذا الجسم المحسوس
ھو جسم نورانی علوی خفیف حی متحرک ینفذ فی

جواهر الاعضاء ولیسری فیها سریان الماء فی الورد وسریان الدهن فی الزیتون والنار فی الفحم فما دامت هٰذہٖ الاعضاء صالحة لقبول الاثار الفائضة علیها من هٰذہٖ الجسم اللطیف بقی ذلك الجسم اللطیف مشابکًا لهذا الاعضاء وافادها هذا الاثار من الحس والحرکة الارادیة واذا فسدت هٰذہٖ الاعضاء بسبب استیلاء هٰذہٖ الاختلاط الغلیظة علیها وخرجت عن قبول تلك الاثار فارق الروح البدن۔

والفصل الیٰ عالم الارواح۔ وهذا القول هو الصواب فی المسئلة وهو الذی لا یصح غیرہ وکل الاقوال سواہ باطلة وعلیه دل الکتاب والسنة واجماع الصحابه وادلة العقل والفطرة۔ ترجمہ:۔ روح ایک جسم لطیف نورانی علوی خفیف متحرک ہے۔ جس کی ماہیت اس جسم محسوس میں مختلف ہے۔ اور جواہر اعضاء بدن میں اس کا نفوذ اور سریان ایسا ہے۔ جیسا کہ پانی کا نفوذ اور سریان پھول گلاب میں اور تیل کا سریان زیتون میں اور آگ کا سریان انگارہ میں۔ پس جب تک اس جسم محسوس کے اعضاء اس جسمِ لطیف کے آثار فائضہ کی قبولیت کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ تب تک یہ جسم لطیف ان اعضاء میں چمٹا رہتا ہے۔ اور جب یہ اعضاء بوجہ غالب آجانے اخلاط غلیظہ کے ان آثار فائضہ کو قبول نہیں کرتے۔ اور فاسد ہو جاتے ہیں۔ تو روح بدن سے جدا ہو کر

عالم ارواح میں اپنے وطن اصلی میں جا پہنچتی ہے۔ اس مسئلہ میں یہی قول صواب و صحیح ہے۔ اور مطابق کتاب و سنت و اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و ادلۂ عقل و فطرت یہی قول صحیح ہے۔ باقی سب اقوال باطلہ ہے۔

الفصل الثانی۔ فی حقیقت الرّوح۔

اس کے متعلق روح البیان ج پنجم ص ۱۹۷ میں لکھا ہے۔ قال فی الکو اشی اختلفوا فی الرّوح وَ ماھیۃ وَ لم یات امر منھم عَلیٰ دعویٰھا دلیل قطعی غیر انہ شیٔ بمفارقتہ یموت الانسان وَ بملازمتہ لہ یبقی الانسان انتھیٰ۔

ترجمہ - روح کی حقیقت اور ماہیت کے متعلق اختلاف ہے کسی کے پاس اپنے دعویٰ کے متعلق کوئی دلیل قطعی نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ روح ایک ایسی چیز ہے کہ جس کے جدا ہونے سے انسان مرجاتا ہے۔ اور چمٹے رہنے سے انسان زندہ رہتا ہے۔ یہ سب کا متفق الیہ مسلک ہے۔

اور اسی طرح تفسیر کبیر ج پنجم ص ۴۳۹ وَمن النّاسِ من یقول الروح عبارۃ عن اجسام نورانیہ سماویۃ لطیفۃ الجواھر عَلیٰ طبعیۃ ضوءِ الشمس وَ ھی لا تتقبل التحلل والتبدل ولا التفرق ولا التمزق فاذا تکون البدن وَتم استعدادہ وھوالمراد بقولہ فاذا سویتہ نفذت تلک الاجسام الشریفۃ السماویۃ الالٰھیۃ فی داخل الاعضاء البدن نفوذ النار فی الفحم و نفوذ دھن السمسم فی السمسم ونفوذ ماءِ الورد فی جسم الورد

وَنفاذ تلک الاجسام السماویہ فی جوھر البدن وَنفخت فیہ الساوحی ثم ان البدن مَادام یبعی سلیمًا قابلا لینفاذ تلک الاجسام الشریفۃ فیہ یبقی حیًا فاذا تولدت فی البدن اخلاطا غلیظۃ فسدت تلک الاخلاط الغلیظۃ من سریان تلک الاجسام الشریفۃ فیھا فانفصلت عن مزاج البدن محینئذٍ یحرض الموت فھذا مذھب قوی شریف وشدید المطابقۃ لما ورد فی الکتب الالٰھیۃ من احوال الحیاۃ والموت۔

ترجمہ:۔ بعض لوگ کہتے ہیں، کہ روح عبارۃ اجسام نورانیہ سماویہ لطیفۃ الجوہر یہ روشنی شمس کے موافق حلول اور تبدیل اور تفریق اور پھٹنے کو قبول نہیں کرتے ہیں اور جب بدن مستحق ہو جاتا ہے۔ اور اسکی استعداد تمام ہو جاتی ہے۔ اور یہی مراد فاذا سویتہ تو اس وقت یہ اجسام سماویہ الہیہ اعضاء بدن میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جیسے آگ انگارے ہیں۔ اور تیل تل میں یعنی بیج میں اور پانی گلاب کے پھول میں۔ اور پھر بدن جب تک سالم اجسام شریفہ کے نفاذ کا قابل رہے گا تو زندہ رہے گا۔ اور جب بدن میں اخلاط غلیظہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اِن اجسامِ شریفیہ کے نفاذ کو بدن میں روک دیتے ہیں۔ تو اس وقت بدن کو موت عارض ہو جاتی ہے۔ اور یہ مذہب قوی اور سخت ہے مطابق کتب سماویہ الھیہ ہے بر احوال موت وحیات میں۔

الفصل الثالث۔ ھل للرّوح جسمٌ۔ ام لا۔

کتاب الروح ابن قیم ص۲۲۰ میں ہے انہ جسم مخالف۔ اور کتاب شفاء الصدور[1] ص۱۳۳ میں ہے۔ اصح قول انہ جسم لطیف الخ۔ اور کتاب تفسیر کبیر[2] جلد ۵ ص۴۳۹ ومن الناس من یقول الروح عبارۃ عن اجسام نورانیہ[3]۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ روح کے لئے علیحدہ جسم ہے۔

حوالہ نمبر ۱ | حوالہ نمبر ۲ | حوالہ نمبر ۳

الفصل الرابع۔ هل الروح خلق قبل البدن۔ اَم بعدہٗ۔

شرح الصدور جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ص۱۳۵ اختلف فی تقدیم خلق الارواح علی الاجساد وتاخیرها عنها علی قولین مشہورین وبالاول قال الامام محمد بن نصر وابن حزم وادعی فیہ الاجماع واستدل لہ بما اخرجہ ابن مندہ من حدیث عمرو بن عبسۃ مرفوعاً ان اللہ خلق الارواح قبل العباد بالفی عام فما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف وسندہ ضعیف جدا وَ با حادیث اخراج ذریۃ آدم من ظهرہ منها حدیث لما خلق اللہ آدم مسح علی ظهرہ فسقط منہ کل نسمۃ هو خالقها من ذریتہ الی یوم القیمۃ امثال الذر اخرجہ الحاکم من حدیث ابی هریرۃ والنسمۃ الروح وللحاکم ایضا عن ابی بن کعب فی قولہ تعالی واذ اخذ ربک الایہ۔ قال جمعهم لہ یومئذٍ جمیعًا ما هو کائن الی یوم القیامۃ فجعلهم ارواحا وصورهم وَ استنطقهم فتکلموا واخذ علیهم العهد والمیثاق الحدیث واستدل للثانی بقولہ تعالی

هل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا۔ روی انہ مکث اربعین سنۃ قبل ان تنفخ فیہ الروح وبحدیث ابن مسعود ان خلق احدکم یجمع۔ فی بطن امہ اربعین یوما نطفۃ ثم یکون علقہ مثل ذلک ثم یکون مضغۃ مثل ذلک ثم یرسل الیہ الملک فینفخ فیہ یروح واجیب بالفرق بین نفخ الروح وخلقہ فالروح مخلوقہ من زمن طویل وارسلت بعد تصور البدن مع الملک لادخا لہا فی البدن۔

ترجمہ = بدنوں سے روح کی پیدائش پہلے اس کے متعلق علی سبیل الاختلاف دو مشہور قول ہیں۔ پہلا قول محمد بن نصر اور ابن حزم کا ہے۔ ابن حزم اجماع کا مدعی ہے۔ اور اس کی دلیل ابن مندہ کی حدیث مرفوعاً ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ارواحوں کو دو ہزار سال انسانوں سے پہلے پیدا کیا۔ جنہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ اور انکی آپس میں محبت ہو گئی۔ اور جن روحوں کو نہ پہچانا ان کو ایک دوسرے سے نفرت ہو گئی۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ دوسری دلیل ان کی حدیث الحاکم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیرا۔ جس سے ان کی ساری اولاد جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی۔ مکوڑوں کی طرح زمین پر گر پڑی۔ اور تیسری دلیل ابی ابن کعب کا قول ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قول واذا اخذ ربک الآیہ۔ کی تفسیر

میں ابی ابن کعب نے کہا۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے جتنی مخلوقات جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی۔ اس کو اکٹھا کیا۔ اور پھر انہیں ارواح بنایا۔ اور ان ارواح کو صورتیں بخشیں۔ اور پھر ان سے بلوانا چاہا سو وہ بول پڑے ان روحوں سے وعدہ و میثاق لیا۔ دوسرا فریق جو کہتا ہے کہ ارواح پیدائش بدن سے بعد ہوئی ہے۔ سو ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیاء مذکورا ہے۔ اور روایت کی گئی ہے۔ کہ انسان چالیس برس روح پھونکنے سے پہلے پڑا رہا اور حدیث عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی ہے۔ کہ پہلے چہلم میں ماں کے پیٹ میں انسان کے پتلے کا ڈھانچہ بنتا ہے۔ پھر دوسرے چہلم میں گوشت کا ٹکڑا بنتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیج دیتا ہے۔ جو اس میں روح پھونکتا ہے۔ اب اس کا جواب فریق اوّل فریق ثانی کو یوں دیتا ہے۔ کہ روح پھونکنے اور پیدائش روح میں فرق ہے۔ روح پیدا تو پہلے ہوا ہاں البتہ بدن کے ڈھانچے تیار ہونے کے بعد روح بدن میں داخل کرنے کے لئے فرشتے کو بھیجا جاتا ہے۔

الفصل الخامس۔ ھل الروح حادث ام قدیم۔

روح حادث اور مخلوق ہے۔ علی سبیل الاجماع ملاحظہ ہو۔ شرح الصدور ص ۱۳۵ اجمع اہل السنۃ علی ان الروح محدثۃ مخلوقۃ ولم یخالف فی ذلک الا الزنادقہ وممن نقل الاجماع علی حدوثہا محمد بن نصر المروزی وابن قتیبہ ومن الادلۃ

علیٰ ذالکَ حدیث الارواح جنود مجندۃ والمجندۃ لاتکون الّاَ مخلوقۃ۔

ترجمہ :۔ اجماع اہلِ سنّت کا اِس بات پر ہے۔ کہ روح حادث اور مخلوق ہے۔ اور اس مسئلہ میں بغیر زندیقوں کے اور کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ محمد بن نصر اور ابن قتیبہ نے حدوث روح پر اجماع نقل کیا ہے۔ دلیل حدیث روح یہ ہے۔

الارواح جنود مجندۃ ۔ پیش کی ہے۔ کیوں کہ جنود مجندہ کے لیۓ مخلوق ہونا ضروری ہے۔

الفصل السادس۔ ھل الروح والنفس متحدان ام متغائران۔ روح اور نفس ایک ہیں یا مغائر۔ والصحیح ان روح والنفس شیٔ واحد قال اللہ تعالیٰ یا یتھا النفس المطمئنۃ ارجعی اِلی ربکِ وقولہٖ تعالیٰ وَنھی النفس عن الھویٰ ویقال فاضت نفسہ ای مَاتت وَخرجت وقال بعض اھل السنۃ ان الروح التی تقبض غیر النفس ویُویدہ ما اخرجہ ابن ابن حَاتم عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ یتوفی الانفس حین موتھا الایٰۃ قال فی جوف الانسان نفس وروح بینھما مثل شعاع الشمس فیتوفی اللہ النفس فی منامہ ویدع الروح فی جوفہ تتقلب وتعیش فان اراد اللہ ان یقبضہ قبض الروح فمات فان اخرا جلہ رد النفس الی مکانھا من جوفہ وقال مقاتل

لِلانسان حَیاتٌ وروحٌ ونفسٌ فاذا نام خرجت نفسہ
التی یعقل بہا الاشیاءِ وَلم تفارق الجسد بَل تخرج کحَبلٍ
ممتدٍ لہ شعاع فیری الرؤیا بالنفس التی خرجت منہ
وَتبقی الحیوٰۃ والروحُ فی الجسد فیہا تیقلب وتینفس
فاذا حُرکت رجعت الیہ اسرع مِنْ طرفۃ عین فاذا
اراد اللّٰہ ان یمیتہ فِی المنام امسک تلک النفس التی خرجت
وقال ایضاً فاذا خرجت نفسُہ فصعدت فاذا رأت
الرؤیا رجعت فاخبرت الروح وتخبر الروحُ القلب فیصبح
ولیعلم انہ قد رای کیت وکیت ۔

ترجمہ :- صحیح مذہب یہی ہے ۔ کہ روح اور نفس ایک چیز ہیں ۔ اللہ تعالیٰ
ارشاد ہے ۔ کہ یا یتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک
وقولہ تعالیٰ ونہی النفس عن الھوی ۔ عربی میں کہا جاتا ہے ۔
فاضت نفسہ ای ماتت نفسہ = یعنی مرگیا ۔ اور نکل گیا ۔
یہاں روح کا اطلاق نفس پر کیا گیا ۔ اور بعض کا خیال ہے ۔ کہ جو
روح قبض ہوتا ہے ۔ وہ نفس کا غیر ہے ۔ اور ان کی دلیل حدیث
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایت
اللہ یتوفی الا نفس مین موتہا کی تفسیر یوں کی ہے ۔ کہ انسان کے
اندر نفس اور روح کا تعلق ایسا ہے ۔ جیسا کہ آفتاب کا تعلق شعاع سے ۔
اور نیند کے اندر اللہ تعالیٰ نفس کو مار دیتا ہے ۔ اور روح انسان کے

کے اندر قائم رہتا ہے۔ اور روح ہی آتا جاتا ہے اور عیش کرتا ہے۔ اس حالت میں اگر اللہ اس شخص کو مارنا چاہے۔ تو روح کو قبض کر لیتا ہے۔ اور انسان مرجاتا ہے۔ اور اگر اس کی زندگی کے سانس باقی ہوتے ہیں تو باذن اللہ اپنی جگہ نفس لوٹ آتی ہے۔ اور مقاتل نے کہا کہ انسان کے بدن کے اندر تین چیزیں ہیں حیاۃ۔ روح۔ اور نفس ہیں۔ جب انسان سو جاتا تو نفس جس سے اشیاء کی تمیز کی جاتی ہے۔ وہ نکل جاتی ہے۔ اور نکلنے کے بعد اس کا رابطہ تعلق بدن کے ساتھ ایسا رہتا ہے۔ جیسا کہ کسی لمبی رسی کی شعائیں کسی چیز پر پڑ رہی ہوں۔ اب انسان جو خوابیں دیکھتا ہے۔ ان کا سبب یہی نفس خارج ہوتا ہے۔ اس نفس کے علاوہ حیاۃ اور روح اس طرح بدن میں کام کرتے ہیں۔ جس طرح پہلے کرتے تھے۔ اور نفس کا تعلق بدن سے ایسا رہتا ہے۔ جیسا کہ بجلی کے بٹن کا پاور ھاؤس سے۔ جونہی کسی نے بدن کو ہاتھ لگایا۔ نفس کو خبر ہو گئی اور سونے والا آنا فانا جاگ گیا۔ نیند کے اندر جب اللہ تعالیٰ مارنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو نفس مخرجہ کو بدن میں اس طرح داخل ہونے سے روک دیتا ہے۔ جس سے انسان مرجاتا ہے۔ مقاتل نے یہ بھی کہا۔ کہ نیند کرتے وقت یہ نفس عالم بالا کی سیر کرتی رہتی ہے۔ جو چیزیں دیکھتی ہے لوٹ کر ان کی روح کو خبر کر دیتی ہے۔ پھر روح دل کو مطلع کرتا ہے۔ یہ اسی مخبر کے اسرار اور خبریں ہوتی ہیں جو صبح کو انسان بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے فلاں خواب دیکھے۔

۲ الفصل السابع :- کسم من اقسام للروح :- انسان میں دو چیزیں ہیں۔

(۱) روح سلطانی جس کا مقام دِل ہے۔ اس سے زندگی قائم ہے۔

اور دوسری

(۲) روح حیوانی۔ جس کا مقام دماغ ہے۔ اس سے ہوش وحواس برقرار رہتے ہیں۔ روح حیوانی سونے کی حالت میں نکل جاتی ہے۔ اور روح سلطانی بروقت موت خارج ہوتی ہے۔ یعنی روح حیوانی کے نکلنے کا نام نیند ہے۔ اور روح سلطانی کے نکلنے کا نام موت ہے۔ تو پھر جس طرح نیند کی حالت میں روح حیوانی جسم سے نکل کر عالم کا سیر کرتی ہے۔ اس سیر کا نام خواب ہے۔ مگر جسم سے پھر بھی اس کا تعلق ایسا رہتا ہے۔ جیسے بجلی کے بٹن کا تعلق پاور ہاؤس سے ہے۔ کہ جونہی کسی نے ہاتھ لگا یا یا پکارا تو خود روح کو خبر ہوگئی۔ اور آناً فاناً آکر جسم میں داخل ہوگئی اور سونے والا جاگ گیا۔

ایسے ہی بعد موت روح سلطانی کا کچھ تعلق بدن سے باقی رہتا ہے۔ کہ جو کوئی قبر پر فاتحہ کے لئے آئے تو روح کو خبر ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ موت نہ تو روح کے فنا ہو جانے کا نام ہے۔ اور نہ جسم کے فنا ہونے کا موت صرف روح کے تعلق ضعیف ہونے کا نام ہے۔ اب یہ روح اس جسم کی پرورش نہیں کرتا اس لئے جسم گل سڑ جاتا ہے۔ مگر چونکہ کچھ تعلق روح کا باقی رہتا ہے۔ اس لئے قبر میں نیک کاموں والے جسم کو راحت پہنچتی ہے۔ اور بُرے کاموں والے جسم کو عذاب دیا جاتا ہے۔ اور روح ان سب کا احساس کرتی ہے۔ اور اس طرح شرح الصدور ص ۳۴ میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

نے لکھا ہے۔ وَ قال الشیخ عزالدین بن عبد السلام فی کل جسدٍ روحان احدھما روح الیقظۃ التی اجری اللہ العادۃ انھا اذا کانت فی الجسد کان الانسان مستیقظاً فاذا اخرجت من الجسد نام الانسان ورأت تلک الروح المنامات والاخری روح الحیوۃ التی اجری اللہ العادۃ انھا اذا کانت فی الجسد کان حیاً فاذا فارقتہ مات اِذا رجعت الیہ حیی وھاتان الروحان فی باطن الانسان لا یعرف مقرھا الا من اطلعہ اللہ علی ذلک فھما کجنینین فی بطن امرأۃ واحدہ :-

ترجمہ :- شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے کہا کہ ہر بدن میں دو روحیں ہوتی ہیں۔ ایک روح یقظ (بیداری) ہے۔ اس کے متعلق عادہ الہی اس طرح جاری ہے۔ کہ جب تک یہ روح بدن میں رہے۔ تو اس سے بدن مستفید ہوتا رہتا ہے۔ اور جب بدن سے نکل جاتی ہے تو انسان سو جاتا ہے۔ اور یہی روح ہے جو مختلف قسم کی خوابیں دیکھتی ہے۔

اور دوسرا روح، روحِ حیات ہے۔ جس کے متعلق عادۃ الہی یہ ہے۔ کہ جب تک یہ بدن میں رہے انسان زندہ رہتا ہے۔ اور جب بدن سے جُدا ہو جاتی ہے۔ تو انسان مرجاتا ہے۔ اور پھر جب لوٹ آتی ہے۔ تو انسان زندہ ہو جاتا ہے۔ ان دونوں روحوں کے رہنے کی جگہ بدن انسان میں کسی کو معلوم نہیں ہے۔ مگر جس کو اللہ تعالی بتلادے۔ دونوں روحوں کی کیفیت بدنِ انسان میں ایسی ہے۔ جیسا کہ دو بچے ایک ماں کے پیٹ میں۔

الفصل الثامن :- روح کے لئے موت ہے یا نہ ؟

روح کے لئے موت نہیں ہے۔ دیکھو شرح الصدور ص۱۳۵ ذھب اھل (حوالہ نمبر ۱)
الملل من المسلمین وغیرھم الی ان الروح تبقی بعد البدن
وخالف فیہ الفلاسفہ دلیلنا قولہ تعالیٰ کل نفس ذائقۃ الموت
والذائق لابدان تبقی بعد المذوق وما تقدم فی ھذ الکتب
من الایات والاحادیث فی بقائھا وتصرفھا وتنعیمھا الی غیر
ذلک وعلی ھذا فھل یحصل لھا عند القیامۃ فناء ثم
تعاد توفیۃ بظاھر قولہ تعالیٰ کل من علیھا فان اولابل
تکون من المستثنیٰ فی قولہ تعالیٰ الا من شاء اللہ ولان
حکاھا السبکی فی تفسیر السھیٰ بالدر النظیم وقال الاقرب
ا... لا تفنی وانھا من المستثنیٰ کما قیل فی حور العین انتھیٰ
فی کتاب ابن قیم اختلف فی ان الروح تموت مع البدن ام
الموت للبدن وحدہٗ علی قولین والصواب انہٗ
ان ارید بذوقھا الموت مفارقتہ للجسد فنعم ھی ذائقۃ
الموت بھذا المعنی وان ارید انھا تعدم فلا بل ھی باقیۃ
بعد خلقھا بالاجماع فی نعیم او عذاب وقد اخرج ابن عساکر
فی تاریخ دمشق بسندہ الی محمد بن وضاح احد ائمہ المالکیۃ
قال سمعت سحنون بن سعید وذکر لہ عن رجل یذھب
الی ان الارواح تموت الاجساد فقال معاذ اللہ ھذا قول

آھل البدع - فتدبر

ترجمہ :- اھل ملل مسلمانوں سے اور غیر مسلموں سے بغیر فلاسفہ کے سب اس بات پر متفق ہیں۔ کہ روح بعد موت بدن جاتی رہتی ہے۔ اور اس کے لئے فناء نہیں ہے۔ ہماری دلیل بقائے روح پر یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر نفس موت چکھنے والا ہے۔ اور یہ ضروری بات ہے۔ کہ ہر چیز کے چکھنے والا بعد چکھنے کے باقی رہتا ہے۔ اور اس آیت کے ماسوا جو آیات و احادیث بقاء و تصرّف و تنعیم و تعذیب روح پر دلالت کرتی ہے۔ تو ان سے بھی روح کے باقی ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ ہاں البتہ اِس میں کلام ہے۔ کہ قیامت قائم ہونے کے وقت آیت کل من علیہا فان ۔ کے پورے ہونے کے لئے روح کو فنا ہوگی۔ یا نہ ۔ یا الا من شاء اللہ کے مشتنیات میں داخل ہوجاویگا۔ علامہ سبکی رح نے اپنی تصنیف الدر النظیم میں لکھا ہے۔ کہ اقرب یہ ہے۔ کہ روح کے لئے فناء نہیں ہے۔ اور روح حور العین کی طرح مستثنیات موت چکھنے میں ہے۔ ابن قیم نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ بدن کے ساتھ روح کے لئے موت ہے یا نہ۔ اس میں دو قول ہیں۔ پس صحیح اور درست قول یہ ہے۔ کہ موت کے چکھنے سے جدائی روح مراد ہے۔ اگر روح کی جدائی مراد ہے تو اس ذائقۃ الموت کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ اگر موت چکھنے سے مُراد عدم محض ہے تو یہ قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ روح کی تنعیم و تعذیب اجماع سے ثابت ہے۔ ابن عساکر رح نے تاریخ دمشق میں محمد بن وضاح کی سند سے لکھا ہے۔ محمد بن وضاح

لکھتے ہیں۔ کہ میں نے سحنون بن سعید سے سُنا کہ اُن کے سامنے ایک شخص کے متعلق ذکر ہوا کہ وہ کہتا ہے کہ اجساد کی موت سے ارواح بھی مرجاتے ہیں۔ اس مقولہ کے سننے کے بعد سحنون بن سعید نے کہا۔ کہ معاذ اللہ یہ قول اھل بدع کا ہے۔

الفصل التاسع :۔ ھل یعلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت الروح۔ ام لا۔

روح کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یا نہیں۔ کفار نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کا سوال کیا تھا۔ اسی روح کے متعلق کہا گیا تھا۔ جو کہ حی الحیوانات ہے اور مدبر حیوانات ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر مدارک ص۲۴ تحت آیت۔

یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی۔

ای من امر یعلمہ ربی والجمھور علیٰ انہ ھو الروح الذی فی الحیوان سالوہ عن حقیقتہ ما اخبرانہ من امر اللہ۔ ای مما استاثرہ۔

آپ فرما دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ روح امر ربی سے ہے۔ جسے اللہ ہی جانتا ہے۔ اور جمہور کا مسلک یہ ہے۔ کہ یہ روح وہی ہے جو حیوان میں ہوتا ہے۔ اور جس پر زندگی کا دارو مدار ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت سے کفار نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ روح امر اللہ سے ہے جو کہ اللہ کے مختص علوم میں سے ہے۔ اور تفسیر بیضاوی ص۴۷۰ میں ہے

يسئلونك عن الروح الذي يحى به بدن الانسان ويدبره قل الروح من امر ربي من الابداعيات الكائنة لكن من غير مادة وتولد من اصل كاعضاء جسده اووجد بامره وحدث بتكونيه على ان السوال من قدومه وحدوثه۔

ترجمہ :۔ روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ وہ روح جس سے بدن کی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ اور جو بدن کا مدبر ہے۔ تو آپ کہہ دیجئیے کہ یہ امر ربی سے ہے۔ یعنی پیدا ہونے والی چیزوں سے ہے اور قدیم نہیں ہے۔ ہاں باقی محدثات سے۔ اس کی تمیز یہ ہے کہ یہ کسی مادہ یا اصل سے پیدا نہیں ہوا۔ جیسا کہ اور اعضاء مادہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور مختار مذہب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کا احسن جواب دیا۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد خامس ص ۴۳۵

تحت ایت یسئلونك عن الروح الخ ۔ بل مختار عندنا انهم سالوه عن الروح وانه صلی الله علیه وسلم اجاب عنه علی احسن الوجوه۔

ہمارے نزدیک مختار یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار نے روح کا سوال کیا آپ نے اچھے طریقے سے انہیں جواب دیا۔ آگے چل کر علامہ فخر الدین رازی کہتا ہے۔ کہ سوال سے بہت سے احتمالات ہیں سوال کی تشریح اللہ تعالی نے نہیں کی۔ لیکن جو جواب قل الروح من امر ربی میں فرمایا اس کے متعلق دو ہی سوال ہوتے ہیں۔ سوال ۱ ماهیة روح سے ہو۔ کہ خود علیحدہ جسم اس بدن میں موجود ہے۔ یا عرض ہے۔

فاجاب اللہ انہ موجود مغائر عند الاجسام لھذا الاعراض وذلک
لان اجسام الاشیاء تحدث من امتزاج الاخلاط والعناصر واما
الروح فلیس کذلک بل ھو جوھر بسیط مجرد ولا یحدث الا
المحدث قولہ تعالیٰ کن فیکون فقالوا لو کان شیئاً مغائر
لھذا الاجسام ولھذا الاعراض فاجاب اللہ بانہ موجود یحدث
بامر اللہ وبتکوینہ وتاثیرہ فی الافادہ الحیوۃ لھذا الجسد
ولا یلزم من عدم العلم بحقیقتہ المخصوصۃ نفیہ
فان اکثر حقائق الاشیاء وماھیاتھا مجھولۃ فانا نعلم
ان اسکنجبین لہ خاصہ تقتضی قطع الصفراء فاما اذا
اردنا ان نعرف ماھیۃ تلک الخاصۃ وحقیقتھا المخصوصۃ
فذالک غیر معلوم فیثبت ان اکثر الماھیات الحقائق مجھولۃ
ولم یلزم من کونھا مجھولۃ نفیہ فکذالک ھٰھنا وھذا ھو المراد
من قولہ تعالیٰ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ روح موجود ہے۔ اِن اجسام
اور ان اعراض سے علیحدہ نوعیت رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ اجسام اخلاط و عناصر
کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور روح ایک ایسا جوہر بسیط ہے۔ کہ
کسی کے ملنے کا محتاج نہیں ہے۔ صرف اشارہ کن سے پیدا ہوگیا۔ اب اس
پر کفار نے اعتراض کیا کہ یہ روح ان اجسام و اعراض سے کیوں انوکھا ہے۔
سو اللہ نے جواب دیا۔ کہ یہ امر اللہ سے پیدا ہوا اور اس کی تاثیر حیات نے

جو بدن کو فائدہ دیا ہے یہ بھی اسی امر کن کی جھلکیں ہیں۔ تم کو اس کی حقیقت مخصوصہ کے علم نہ ہونے سے اس امر کن سے اس طرح جوہر مفید ہونے کی نفی نہیں آئی۔ کیونکہ اکثر حقائق ایسی ہیں جن کی ماہیتوں کا ہمیں علم نہیں۔ جیساکہ شکنجبین کی خاصیت ہے۔کہ وہ صفرا کو اکھیڑتی ہے لیکن جب ہم اس کے خاصہ کی حقیقت مخصوصہ معلوم کرنا چاہئیں تو ہمیں معلوم نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اکثر ماہیات اور حقائق ہم سے اوجھل ہیں۔ اور اس اوجھل ہونے سے ان کی حقیقت کی نفی نہیں ہوتی۔ تو یہاں بھی یہی معاملہ ہے اور یہی مراد ہے۔ اللہ کے امر سے وَمَا اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ یعنی نہیں دیا گیا تمہیں یہ علم مگر تھوڑا۔

سوال ۲۔ بھی ص ۴۳۵ تفسیر کبیر جلد پنجم فقوله قل الروح من امر ربی سَالوہ ھل ھی حادثة فاجاب بانها حادثة واقعة بتخلیق اللہ وتکوینه وھو المراد من قوله قل الروح من امر ربی۔ ثم استدل عَلٰی حدوث الارواح بتغیرھا من حال الیٰ حال وھو المراد من قوله وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ فھذا مَانقوله فی ھذا الباب واللہ اعلم۔

ترجمہ سوال کیا کفار نے کہ روح حادث ہے یا نہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ کہ روح حادث ہے۔ اللہ کے پیدا کرنے اور تکوین سے واقع ہوا۔ اور یہی مراد ہے۔ قوله باری تعالیٰ قل الروح من امر ربی۔ اور حدوث روح پر سب سے بڑی دلیل یہ پیش کی گئی ہے۔ کہ یہ ایک حال سے دوسرے

حال پر بدلتا ہے۔ اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان سے وما اوتیتم
من العلم الا قلیلا۔ اور جب احسن طور پر جواب دینا مختار ہوا
تو کئی لوگوں کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم روح نہیں۔ یہ
غلط ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد خامس علامہ فخر الدین رازی ص۴۳۴
میں تحت آیت یسئلونک عن الروح۔ اظہر روایت میں یہ لکھا ہے۔
کہ مراد ارواح سے وہ روح مراد ہے۔ جو سبب حیات ہے۔
(للمفسرین فی الروح المذکور فی ھذہ الآیۃ اقوال) اظہر
بان المراد ان الرواح الذی سبب الحیات۔

اور آگے چل کر علامہ فخر الدین رازی نے روایت کی یہود
والی کہ انہوں نے حضور سے تین سوال کئے۔ اس روایت پر چار وجوہ سے
اعتراض کیا۔ جن میں چوتھا اعتراض یہ تھا (ورابعھا) انہ قال فی حقہ
الرحمن علم القرآن وعلمک ما لم تکن تعلم۔ وکان فضل اللہ
علیک عظیما۔ وقال رب زدنی علما وقال فی صفتہ القرآن ولا رطب
ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ وکان علیہ الصلوۃ والسلام
یقول ارنا الاشیاء کما ھی فمن کان ھذہ الحالۃ وصفتہ
کیف یلیق بہ ان یقول انا لا اعرف ھذہ المسئلۃ مع
اصحاب المسائل المشہورۃ المذکورۃ بین جمہور الخلق۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی کا ان تین چار
آیات میں بیان فرمایا۔ آیت ۱ کا ترجمہ۔ اللہ نے علم القرآن۔ قرآن

حضور کو سکھایا۔ تفسیر ابنِ کثیر اس آیت کے ماتحت لکھا ہے۔ کہ ما کان سیکون کا علم دیا ہے۔ خلق الانسان علمہ البیان ۔ علمک مالم تکن تعلم آیت کا ترجمہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ علوم دیئے جو کہ آپ نہ جانتے تھے۔ اللہ کا بڑا بھاری فضل آپ پر تھا۔ آیت ۳ فرما دیجئے کہ اے اللہ میرے علم کو بڑھا۔ قرآن شریف کی صفت یوں بیان کی کہ کوئی تر اور خشک اشیاء نہیں ہیں۔ مگر ان کا علم کتاب مبین میں موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ اے اللہ ہمیں اشیاء کی حقیقت دکھا۔ تو جب رحمۃ اللعلمین کے یہ اوصاف ہوں تو وہ کب کہہ سکتا ہے۔ کہ مجھے روح کا علم نہیں۔ اس طرح علامہ جلال الدین سیوطی ؒ نے اپنی کتاب شرح الصدور صـ۱۳۳ میں لکھا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم دیا گیا۔ لیکن باقی لوگوں کو بتلانے کی اجازت نہیں دی گئی جیسا کہ قیامت کا علم حضور کو دیا گیا ہے۔ لیکن بتلانے کا علم نہیں دیا گیا۔ اختلف اهل الطريقته الاولیٰ هل علمها النبی صلی الله علیه وسلم فقال ابن ابی خاتم فی تفسیره حدثنا ابوسعید الاشبح حدثنا ابواسامة عن صالح ابن حبان حدثنا عبد الله ابن بریده قال لقد قبض النبی صلی الله علیه وسلم مَا یعلم الروح وقالت طائفة بل علمها اطلعه علیها لم یامره ان یطلع علیها امة فهو نظیر الخلاف فی علم الساعة۔

ترجمہ :۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور حقیقۃ الروح کا علم نہیں دیا گیا۔ اور ایک جماعت محدثین کا قول ہے۔ کہ حضور کو علم روح دیا گیا ہے۔ اور اس کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے، قیامت کے علم کی طرح۔ اسی طرح مولانا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب خصائص الکبری جزو ثانی ص۱۹۵ میں لکھا ہے۔

ذھب بعضھم الی انہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتی علم الخمس ایضاً و علم الروح وانہ امر بکتم ذلک۔

ترجمہ ۔ علماء اس طرف گئے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ علم غیب و علم روح دیئے گئے ہیں۔ لیکن ان کے اظہار سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح حافظ عبدالعزیز دباغ ۔ قد قال اللہ تعالی ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیب الایہ۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی خمس لا یعلمھن الا اللہ' فقال رضی اللہ عنہ انما قال ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا مرظھر لہ فی الوقت والا فھو صلی اللہ علیہ وسلم لا یخفی علیہ شئ من الخمس الھن کودۃ فی الایۃ الشریفۃ وکیف یخفی علیہ ذلک لان اقطاب السبعۃ۔ من امتہ الشریفۃ یعلمونھا وھم دون الغوث فکیف بسید المرسلین والاخرین الذی وھو سبب کل شئ ومنہ کل شی۔

ترجمہ ۔ جب کہ امت کے سات اقطاب ان مغیبات کو جانتے ہیں۔ اور وہ غوث سے کم ہیں۔ تو پھر یہ مغیبات خمسہ غوث سے کس طرح مخفی رہ سکتے ہیں۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والاخرین سے کس طرح

مخفی رہ سکتے ہیں۔ الایہ۔ ۲ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ کی تفسیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان پانچوں کا علم کسی کو نہیں۔ غوث زمان علامہ حافظ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضور کا یہ فرمان خاص اسی وقت کی کسی حکمت کے لئے تھا یہ پانچ مغیبات کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی رہ سکتے ہیں۔ جبکہ اس کے اقطاب اور غوث ان پانچ غیبوں سے واقف ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ ہر چیز کے سبب اور محتاج الیہ ہیں۔ ان سے کب مخفی رہ سکتے ہیں۔ انشاء اللہ مغیبات خمسہ کی بحث کو رسالہ علم الغیب میں جو کہ عنقریب طبع ہوگا مفصل بیان کروں گا۔

۲الفصل العاشر = هل بعد الموت يبقى تعلق الرُّوح بالبدن ام لا۔

بعد موت روح کا تعلق بدن کے ساتھ تا قیامت رہتا ہے۔ کیونکہ روح کے لئے فنا نہیں ہے۔ روح کو مردہ کہنا اہل بدعہ کا قول ہے۔ ملاحظہ ہو شرح الصدور ص ۱۲۵

وفی کتاب ابن القیم انھم اختلف فی ان الروح تموت مع البدن ام الموت للبدن وحدہ۔ علیٰ قولین والصواب انہ ان ارید بذوقھا الموت مفارقتھا للجسد فنعم ھی ذائقۃ الموت بھذا المعنی وان ارید بھا تعدم فلا بل ھی باقیۃ بعد خلقھا بالاجماع فی نعیم او عذاب وقد اخرج ابن عساکر فی تاریخ دمشق بسندہ الی محمد بن وضاح احد ائمۃ المالکیۃ قال سمعت سحنون بن سعید وذکر لہ عن رجل یذھب الی ان الارواح تموت بموت الاجساد فقال معاذ اللہ

هذا قول اهل البدع۔

ترجمہ۔ کتاب ابن قیم میں ہے۔کہ بدن کے ساتھ روح کو موت ہے یا نہیں۔ اس میں دو قول ہیں۔ درست قول یہ ہے کہ روح کے موت چکھنے سے کیا مراد ہے اگر مراد جُدائی روح بدن سے ہے۔ اس معنی سے واقعی روح نے موت چکھنی ہے۔ اور اگر موت سے یہ مراد ہے۔ کہ روح فنا ہو جاتی ہے۔تو یہ غلط ہے۔کیونکہ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ کہ جب سے روح پیدا ہوا ہے۔ اس کے لئے فنا نہیں ہے۔ اور اسی طرح روح المعانی ص ۱۵۹

وقالت طائفة الاحادیث الدالة علیٰ نعیمها وعذابها بعد المفارقة الی ان یرجعها اللہ تعالیٰ الی الجسد فان قلنا بموتها لزم انقطاع النعیم والعذاب۔

ترجمہ:۔ ایک طائفہ نے کہا کہ روح کے لئے موت نہیں ہے۔بعد مفارقت بدن کے یہاں تک کہ لوٹا دے اللہ اس روح کو بدن میں کیوں کہ احادیث نبویہ روح کی نعیم و عذاب پر موجود ہیں۔ اگر موت و روح کا قول کیا جائے تو ان ہر دو کا انقطاع لازم آئے گا۔ ہر انسان کو مرنے کے بعد قبر میں زندہ کیا جاتا ہے۔ اور سوال و جواب کے بعد پھر مار دیا جاتا ہے۔ مگر شہداء انبیاء اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک موت نہیں ہے۔ عالم دُنیا سے انتقال کرنے کے بعد جس عالم میں انسان داخل ہوتا ہے۔ اسی کا نام عالم برزخ ہے۔ یہ عالم جہانِ دُنیا اور عالم آخرت کے درمیان ایک جہان ہے۔ اور پھر عالم برزخ کے متعلقات میں سے مسئلہ سماع موتیٰ اور عذاب قبر ہے۔

اب ہم سماع موتیٰ اور عذاب قبر کا بیان کرتے ہیں۔

الباب الثالث ۳ فی سماع الموتیٰ۔

نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو آیت۔ قال اللہ تعالیٰ
تعالیٰ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء
عند ربھم یرزقون الخ۔

قال فی الخازن ۱ اختلفوا فی معنیٰ ھذہ الحیوٰۃ ھل
ھی للروح والجسم معًا۔ فمن اثبت الحیوۃ للروح
دون الجسم قال یدل علیٰ ذلک قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
مدد خلقہ ارواح الشھداء فی الحواصل طیر خضر فخص
الارواح دون الاجساد ومن اثبت الحیوۃ للروح والجسم
معًا قال یدل علیہ سیاق الایہ وھو قولہ عند ربھم یرزقون
فاخبر اللہ سبحانہ انہم یرزقون یاکلون ویتنعمون کالاحیاء
قال فی المدارک یرزقون مثل مایرزقون سائر الاحیا یاکلون
ویشربون وھو تاکید بکونہم احیاء

آیت ۲ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ
الدنیا وفی الاخرۃ۔ فی المدارک الجمہور علیٰ ان المراد
بہ فی القبر بتلقین الجواب وتمکین الصواب عن براء رض
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدد حلقہ ذکر قبض روح
المومن فقال ثم تعاد روحہ فی جسدہ فیاتیہ ملکان

فیجلسانہ فی قبرہ فیقولان من ربک و ما دینک و من
بنیک فیقول ربی اللہ و دینی الاسلام و نبی محمد صلی اللہ
علیہ وسلم عدد خلقہ۔

آیت ۲ فی الخازن روی البخاری والمسلم عن انس
۲ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدد خلقہ قال ان العبد
۲ اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ وانہ لیسمع
قرع نعالھم اذا انصرفوا اتاہ ملکان فیقعد انہ فیقولان
لہ ماکنت تقول فی ھذا الرجل محمد صل اللہ علیہ
وسلم فاما المومن فیقول اشھد انہ عبد اللہ
ورسولہ فیقال لہ انظر الی مقعدک من النار قد ابدل
لک اللہ بہ مقعدا من الجنۃ قال نبی صلی اللہ علیہ وسلم
عدد خلقہ فیرا ھما جمیعا۔

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ لوگ جو میرے راستے میں شہید
ہوئے ہیں انہیں مردہ گمان نہ کرو۔ اللہ کے ہاں وہ زندہ ہیں اور
انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ تفسیر خازن میں ہے۔ کہ اس حیات شہداء کے
ماننے میں اختلاف ہے۔ کہ آیا حیات صرف روح کے لئے ہے۔ یا روح
و جسم دونوں کے لئے ہے۔ جو کہتے ہیں کہ صرف روح کے لئے حیات
ہے۔ اور جسم کے لئے نہیں وہ حدیث ارواح۔ الشہداء فی حواصل طیر خضر
کو دلیل پکڑتے ہیں۔ کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات کو

ارواح کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور جو کہتے ہیں۔ کہ حیات روح اور جسم
دونوں کے لیئے حیات ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ آیت عند ربھم یرزقون
کا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ وہ زندوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں
تفسیر مدارک حنفی المذہب نے لکھا ہے۔ کہ زندوں کی طرح شہید کھاتے
پیتے ہیں۔ اور آیت یثبت اللّٰہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی
الحیوٰۃ الدنیا و فی الاخرۃ ۝۔ کی تفسیر میں مدارک نے لکھا ہے۔
کہ اس آیت سے مراد قبر میں میت کو تلقین جواب اور تمکین صواب اللہ کی
طرف سے میت کو ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ صحیح جواب دہی کرتا ہے
حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے قبض روح مومن کے متعلق فرمایا کہ قبر میں پھر اس کی روح اس کے
جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ اور دو فرشتے آتے ہی اسے قبر میں بٹھا دیتے
ہیں۔ اور پوچھتے ہیں۔ مَن رَّبُّکَ وما دِینُکَ ومن نبیکَ۔
وہ کہتا ہے۔ ربی اللّٰہ و دینی الاسلام ونبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
عبدہ خلقہ۔ تفسیر خازن بخاری اور مسلم شریف کی روایت حضرت
انسؓ سے ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بندے کو جب قبر
میں رکھا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھی اس سے لوٹ جاتے ہیں۔ تو چلتے
وقت ان کی جوتیوں کی آہٹ بھی میت سنتا ہے۔ اور اسے فرشتے قبر میں
بٹھاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اے میت تو کیا کہتا ہے۔ اس شخص کے
حق میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس مومن کہتا کہ اشھد انہ عبداللہ

ورسولہ۔ پس کہتا ہے، اس میت کو دیکھ اپنی جگہ جہنم میں جس کو تیرے اس جواب کے صدقے بہشت سے بدلا گیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔ کہ پس دیکھتا ہے۔ وہ دونوں کو اکھٹا۔ اور آیت۔ قیل ادخل الجنة قال یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین۔
اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے تصریح کی ہے۔ کہ اس شخص کا نام حبیب نجار تھا۔ اور اسے اپنی قوم نے قتل کیا تھا تو اس نے قتل کے بعد کہا کہ یالیت قومی یعلمون۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ میت کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے۔ اور اسے پورا شعور اور علم ہوتا ہے۔ اور آیت النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا۔
ترجمہ:۔ آگ آل فرعون پر صبح و شام پیش کی جاتی ہے۔ عالم برزخ میں اور قیامت میں ان کے لئے اشد عذاب ہوگا۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ اس سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے۔
اتنی آیات پیش کرنے کے بعد اب چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔ واخرج البیھقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا مر الرجل بقبر اخیہ یعرفہ فسلم علیہ عرفہ و رد علیہ السلام واذا مرّ بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام = حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انسان اپنے مسلمان بھائی کی قبر سے گذرتا ہے۔ جن کو وہ پہچانتا ہو اور سلام پڑھتا ہے۔ تو میت اسے پہچانتا ہے۔ اور سلام کا جواب دیتا ہے

اور جب اس کا گذر کسی نا آشنا قبر پر ہو۔ اور اس پر سلام پڑھے تو صرف جواب سلام ہی ملتا ہے۔ اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابی ہریرہ رضؓ سے مرفوعاً بیان کیا۔ کہ مامن عبد یمر علیٰ قبر رجل یعرفہ فی الدنیا فیلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضعت الجنازہ و احتملها الرجال علی المناقهم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت لاهلها یا ویلها این تذہبون بها یسمع صوتها کل شئی الا الانسان۔ ولو سمعه لصعق۔ ترجمہ = جب جنازہ تیار ہو جاتا ہے اور اس کی چارپائی اٹھانے والے کاندھے پر رکھتے ہیں۔ تو نیک میت کہتا ہے۔ مجھے جلدی لے چلو مجھے جلدی لے چلو۔ اور غیر صالح کہتا ہے کاش مجھے کدھر لے جا رہے ہو۔ اس کا یہ آوازہ ہر ایک چیز سنتی ہے۔ بجز انسان کے۔ اگر اس آواز کو انسان سنے تو بیہوش ہو جائے۔ وعنہ العقیلی عنہ قال قال ابو رزین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان طریقی علی الموتی فهل عن کلام ا کلم یه اذا مررت علیهم قال قل السلام علیکم یا اهل القبور من المسلمین و من المؤمنین انتم لنا سلف و نحن لکم تبع و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او یسمعون قال یسمعون = ابو رزین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میرا گزر قبروں پر ہوتا ہے ۔ کیا کوئی ایسی کلام ہے ۔ کہ گزرتے وقت میں ان پر پڑھوں ۔ تو حضور نے فرمایا کہ تم پڑھا کرو ۔ السلام علیکم یا اھل القبور الخ پھر ابو رزین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہماری کلام مردے سنتے ہیں ۔ تو آپ نے فرمایا سنتے ہیں ۔ ان آیات واحادیث مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ مردے سنتے ہیں ۔ اور زائر سے اُنس پکڑتے ہیں ۔ اور جواب سلام دیتے ہیں ۔ اور کئی امور سے انہیں زندوں کی طرح ایذا بھی ہوتی ہے ۔ مثلاً قبر سے تکیہ لگانا ۔ یا وہاں غیر شرع افعال کا مرتکب ہونا ان سب باتوں سے انہیں ایذا پہنچتا ہے ۔ جیسا کہ ابن ابی شعبہ نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے ۔ اذی المومن بعد موته کاذاہ فی حیاته ۔ یعنی مومن کو ایذا مرنے کے بعد زندگی جیسا ہے ۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں ۔ کہ میت مومن ہو ۔ یا کافر جیسا کہ قصہ ۔ اھل قلیب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ کفار کو خطاب کیا ۔ اور اس خطاب کے متعلق فرمایا ۔ والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول لھم ولکنھم لا یقدرون ان یجیبوا ۔

(ترجمہ) قسم ہے ۔ اس ذات کی نفس میرا جس کے قبضے میں ہے ۔ کہ تم زیادہ نہیں سنتے ان سے جو میں کہتا ہوں (یعنی وہ بھی یوں ہی سنتے ہیں) لیکن جواب پر قادر نہیں کہ تم کو سناویں ۔ اور نہ ہی کسی وقت کی اس سماع میں تخصیص ہے ۔ کئی لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا ۔ یا خاص ان کفار کے واسطے تھا ۔ اس پر کوئی دلیل اور نص شرعی نہیں ہے ۔

حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے کہا ہے۔ کہ این تخصیص خلاف خلاف ظاہر است و دلیل نیست۔ اور حدیث متذکرہ بالا کہ مردہ جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے۔ یہ حدیث طرق کثیرہ سے وارد ہوتی ہے۔ بیہقی۔ طبرانی نے عبداللہ ابن عباس رضؓ سے اور علامہ جلال الدین سیوطی رح نے شرح الصدور میں اسناد حسن سے اپنی حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اور علامہ مناوی تفسیر میں کہا ہے۔ رجالہ ثقات۔ اس مسئلہ کے متعلق معترضین کی طرف سے نفی سماع موتی پر مندرجہ ذیل آیات پیش کی جاتی ہیں۔ سورہ روم فانک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین۔ سورہ فاطر۔ ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور ترجمہ:۔ آیت ۱ تو مردوں کو نہیں سنا سکتا ہے۔ اور بہروں کو نہیں سنا سکتا آواز جب وہ پیٹھ پھیر کر چلیں الخ ۲ اللہ تعالیٰ سناتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے۔ اور اصحاب قبور کو آپ نہیں سنا سکتے۔ اور آپ کا کام صرف ڈرانا ہے۔ معترضین نے ان آیات سے سماع موتی کا انکار کیا ہے۔ اور کہا کہ الموتی اور من فی القبور۔ سے مراد مردے حقیقتاً ہیں۔ اور ان سے نفی سماع کی گئی ہے۔ تو اس استدلال کا جواب ہم یوں دیتے ہیں۔ کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے۔ کہ لفظ الموتیٰ سے مراد میت حقیقی یا عرفی ہے۔ بلکہ اس سے مراد کافر ہے۔ جو کہ متصف موت قلبی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات قرآنی شاہد ہیں۔ آیت ۱۔ امن کان میتا فاحینا وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمت

لیس بخارج منها - ترجمہ - آیا وہ شخص جو کہ مردہ تھا - پس ہم نے اسے زندہ کیا - اور اس کیلئے ایک نور بنایا جس سے وہ لوگوں میں چلتا ہے - کیا وہ اسکی طرح ہو سکتا ہے - جو تاریکیوں میں پھنسا ہوا ہے جن سے نہیں نکل سکتا -

آیت ۲ - صم بکم عمی فهم لا یرجعون - کافر بہرے ہیں - گونگے ہیں - اندھے ہیں - پس یہ واپس نہیں ہوتے - اور کہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو حیوانوں سے بھی بد تر کیا - جیسا کہ آیت - اولئك کالانعام بل هم اضل، وہ چار پائے ہیں - بلکہ ان سے بھی بد تر تو اوصاف حیوانات جمادات اور وہ اوصاف جو کہ - فاقد المشاعر والادراکات پر اطلاق کئے جاتے ہیں - ان پر علی سبیل التشبیہ والاستعارات اطلاق کئے گئے ہیں -

دوسرا جواب یہ ہے - کہ نفی سماع سے مراد نفی اسماع ہے - آپ ان کے سنانے پر قادر نہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا - کہ اللہ کے سنانے بھی نہ سنیں گے - جیسا کہ ارشاد ربی ہے - وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی - ترجمہ - آپ نے کفار کو کنکریاں نہیں ماریں جبکہ آپ مار رہے تھے - لیکن اللہ نے انہیں مارنے کی نفی اس لحاظ سے کی کہ واقعہ میں کنکریاں مارنے والی اللہ کی ذات ہے - اگرچہ ظاہری طور پر کنکریاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر ماری تھیں - تو اس طرح ان آیات میں بھی اسماع کی نفی ہے - سماع کی نفی نہیں ہے یعنی مردوں کو سنانا اللہ کا کام ہے - اور اس پر قادر بھی اللہ کی ذات ہے - اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردے سنتے بھی نہیں - جو معترضین کا مدعا ہے - اب

ہم بعونہ وفضلہ تعالیٰ ان احادیث کا جواب دیتے ہیں۔ جو منکرین سماع موتی پیش کرتے ہیں۔

ذکر عند عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رفع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عدد خلقہ ان المیت یعذب فی قبرہ ببکاء اھلہ قالت وھل ابن عمر انما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدد خلقہ انہ لیعذب بخطیئۃ وذنبہ وان اھلہ لیبکون علیہ الآن قالت ذالک مثل قولہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدد خلقہ قام علی القلیب وفیہ قتلی بدر من المشرکین فقال لھم الھم لیسمعون ما اقول انما قال انھم الآن لیعلمون انما کنت اقول لھم حق ثم قرأت انک لا تسمع الموتی وما انت بمسمع من فی القبور رواہ البخاری وغیرہ۔ ترجمہ:۔ حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مرفوع حدیث پیش کی گئی۔ یعنی میت کو گھر والوں کے رونے سے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ خطا ہے قول حضرت ابن عمر کا حضور نے فرمایا۔ کہ میت کو اپنے گناہ سے عذاب دیا جائیگا۔ اور گھر والے اس پر اب رو رہے ہیں۔ اور اس خطا کی نظیر یوں پیش کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مقتولین بدر کے متعلق

فرمایا - جو میں کہہ رہا ہوں - وہ سنتے ہیں - حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تھا - یہ جانتے ہیں - اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ حق ہے -
اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مدعا پر استشہاد
آیات - اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى
الْقُبُوْرِ پڑھی -

اس حدیث کے مندرجہ ذیل جوابات ہماری طرف سے دیئے گئے ہیں -

جواب ۱ = حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول اور حضرت
ابن عمر کے قول معنیٰ میں کوئی فرق نہیں - صرف الفاظ میں تفاوت ہے -
دونوں سماع موتیٰ پر اتفاق کیا ہے - علامہ عینی نے کہا ہے - کہ جب
اس حالت میں کفار عالمین ہو سکتے ہیں - تو سامعین حو و بطریق اولیٰ
ہو سکتے ہیں - انہی کانوں سے جیسا کہ مذہب اکثر اہل سنت والجماعت کا ہے
کہ قبر میں ارواح کو اجساد میں سوال منکر نکیر کے وقت لوٹایا جاتا ہے -
اور یہ سماعت روح سے ہوگی - جبکا تعلق بدن سے ہے -

جواب ۲ = مواہب الدنیا میں ہے - کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا نے اس قول سے رجوع کیا ہے کیوں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا سے روایت ہے - کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنے
حجرہ میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ مدفون ہیں - کھلا پھرا کرتی تھی -

اس خیال سے کہ حضرت تو میرے شوہر ہیں - اور ابا بکر صدیق رض میرے

باپ ہیں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں مدفون ہوئے۔ تو اللہ کی قسم بغیر پردے کے وہاں داخل نہیں ہوئی۔ کیونکہ حضرت عمر فاروق میرے غیر محرم تھے۔ اس حدیث کو حاکم اور احمد نے روایت کیا ہے۔

جواب ۳ (۳) شرح برزخ ص۲۲۲ میں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کوئی شخص جو اپنے مسلمان بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اس کی قبر کے نزدیک بیٹھے مگر وہ مردہ خوشحال ہوتا ہے۔ اور انس کرتا ہے۔ اور جواب سلام دیتا ہے۔ اس کے بیٹھنے تک۔

جواب ۴ = حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راجع ہیں۔ اور حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرجوع ہے۔ کہ حضرت عائشہ اس قصہ میں حاضر نہیں تھیں۔

جواب ۵ = ترمذی شریف میں ہے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جبکہ وہ مقام حبشی میں فوت ہوئے۔ اور مکہ معظمہ میں لاکر دفن کردیا گیا۔ تو ان کی قبر پر آکر حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبر کو مخاطب کرکے یوں فرمایا۔ کہ مجھے اللہ کی قسم اگر میں تیری موت کے وقت حاضر ہوتی تو تجھے وہیں دفن کرتی۔ جہاں تیری وفات ہوئی تھی۔ اور اگر تجھے اس وقت دیکھ لیتی تو اب تیری زیارت کرنے کی ضرورت نہ پڑتی

ان جوابات مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر سماع موتیٰ کے قائل نہ ہوتیں، تو اپنے بھائی کو کیوں خطاب کرتیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے حجرۂ مبارکہ میں مدفون ہونے کے بعد کیوں باپردہ ہو کر جاتیں۔ اس سے صاف عیاں ہے۔ کہ وہ ادراک اور شعوریت کی قائل تھیں۔

یہاں ایک اور اعتراض بھی کیا جاتا ہے۔ کہ بعض فقہا سماع موتیٰ کے قائل نہیں ہیں۔ اور کئی علماء نے اس مسئلہ کو مختلف فیہا لکھا ہے کیا ان کو معتزلہ وغیرہ کہنا پڑے گا۔ معاذ اللہ۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ قاعدہ عند العلماء مسلم ہے۔ کہ جب تک تطبیق بین القولین ممکن ہو سکے تو دفع تعارض کے لئے تطبیق کی جاتی ہے۔ تو اس مسئلہ میں تطبیق یہ ہے۔ کہ جو سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ وہ روح کی سماعت کے بھی قائل ہیں۔ جسکا انکار گویا نصف النہار میں طلوع الشمس اور ظہور کے انکار کے برابر ہے۔ اور جو لوگ عدم سماع کے قائل ہیں۔ وہ جسد خاکی کے عدم سماع کے قائل ہیں۔ یہ نزاع لفظی ہے نہ حقیقی۔ سب حق پر ہیں۔ اور کسی فرقہ پر اعتراض نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا الشاہ عبد القادر صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ موضوع القرآن میں فرماتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ مردوں کو السلام علیکم کرو، وہ سنتے ہیں۔ اور بہت جگہ پر مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اسکی حقیقت یہ ہے۔ کہ مردے کی روح سنتی ہے۔ اور قبر میں جو جسم پڑا ہے۔

وہ نہیں سن سکتا۔ دیکھو امام عزیز الدین بن عبد السلام امالی میں روح ہی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ انا امرنا بالسلام علی القبور ولولا ان الارواح تدرك لما كان فيه فائده تحقیق ہم امر کئے گئے ہیں السلام علیکم کرنے قبروں پر اور اگر یہ بات نہ ہوتی۔ کہ ارواح ادراک اور شعور رکھتے ہیں۔ تو پھر السلام علیکم سے کیا فائدہ تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ارواح ادراک اور شعور رکھتے ہیں۔

نکتہ

تطبیق = بین القائلین لسماع الموتٰی ومنکرین لسماع الموتٰی کے بعد ہم واضح کردینا چاہتے ہیں۔ کہ منکرین سماع موتی ہرگز مذہب معتزلہ نہیں رکھتے۔ کیوں کہ معتزلہ مردے کو پتھر کی طرح سمجھتے ہیں۔ بڑے بے ادب اور گستاخ ہیں۔ ان کو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس اس امت کا کہا ہے۔ علمائے منکرین سماع موتی جو یہ کہتے ہیں کہ مردہ نہیں سنتا اور روح سنتا ہے۔ تو ان کا مطلب یہ ہے۔ کہ موت کے بعد روح حیوانی کا تعلّق بدن سے ضعیف ہو جاتا ہے۔ اب روح بدن کی پرورش نہیں کرتا۔ لیکن اس کا تعلق بدن سے عالم برزخ میں تا قیامت رہتا ہے۔ اور اسی تعلق کی وجہ سے نیک کاموں کی وجہ سے اس بدن کو قبر میں راحت پہنچتی ہے۔ اور بُرے کاموں کے بدلے عذاب اور تکلیف پہنچتی ہے۔ جیسا کہ علم کلام کی کتاب نبراس ص ۲۱۴ میں ہے (وتنعیم اهل الطاعة فی القبر بما يعلم الله ويريده)

اور تکلیف عذاب کے متعلق ص۳۱۱ میں ہے۔ النار یعرضون علیها
غدوا و عشیا و یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون
اشد العذاب۔ آل فرعون پر آگ صبح شام پیش کی جاتی ہے۔
اور قیامت کے دن حکم ہوگا۔ کہ ان کو سخت عذاب میں ڈالو۔ اس تنعیم
اور عذاب بالقبر کے منکرین سماع موتی بھی قائل ہیں۔ اور منکرین سماع
کا یہ عقیدہ صرف عام آدمیوں کے متعلق ہے۔ باقی رہا مسئلہ سماع انبیاء
علیہم السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو تمام انبیاء علیہم السلام اور
خصوصاً سید المرسلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیات دنیاوی حسی۔
حقیقی زندہ ہیں۔ چونکہ اس حیات میں روح اور جسد دونوں اکٹھے ہیں
اور روح کا تعلق بدن سے عالم برزخ میں وہی ہے۔ جو عالم دنیا میں تھا۔
لہذا۔ یہ علماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کے ابدان پاک
کو مردہ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں منکرین سماع موتیٰ کے نفس انکار میں کچھ
مناسبت معتزلہ سے ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہمارے زمانہ کے وال
بھچروی۔ اور گروہ اولیاء اللہ کی قبور کو بمنزلہ بتوں کے
سمجھتے ہیں۔ اور وہ آیات جو بتوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ وہ اولیاء
اللہ پر پڑھتے اور چسپاں کرتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ خارجیوں کی اتباع
ہے۔ صحیح بخاری شریف مطبوعہ مجتبائی باب قتال الخوارج والملحدین
پارہ اٹھائیسواں ص۱۰۲۴ میں حضرت امام بخاری رح نے حضرت ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ذکر فرمایا ہے۔ وکان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہما یراھم شرار الخلق وقال انہم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین۔

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ یہ لوگ اس راستہ پر ہیں۔ کہ جو آیات قرآنی کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ ان کو انہوں نے مسلمانوں پر منطبق اور چسپاں کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بُرے عقائد سے ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین۔

کتاب التنویر میں حافظ سیوطی رح فرماتے ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی بجسدہ وروحہ وانہ یتصرف ویسیر فی اقطار السموات وفی الملکوت وبہیئۃ التی صلی اللہ علیہ وسلم کان قبل وفاتہ ولم یبدل منہ شئیً وایضا فیہ اُذن لہم ای الانبیاء فی الخروج من قبورھم التصرف فی الملکوت العلوی والسفلی وَ ایضا وتواترت بہ الاخبار منہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون وَ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم اللہ علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء الخ۔ نقل از ہدایۃ الحرمین ص۱۱

کہا حافظ سیوطی رح کتاب تنویر میں کہ بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ ساتھ بدن اور روح اپنے کے۔ اور تصرف اور سیر فرماتے ہیں

زمین کے کناروں اور عالم ملکوت میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اسی ہیئت اور شکل میں مبارک ہیں۔ جیسا کہ زندگی میں تھے وفات سے
پہلے اور کچھ تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور یہ بھی اسی کتاب میں ہے۔ کہ اذن دیا
گیا انبیاء علیہم السلام کو قبروں سے نکلنے کا اور عالم علوی اور سفلی
میں تصرف کرنے کا۔ اور اس بارے میں حدیثیں متواترہ ہیں۔ اور ان
میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے کہ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ نبی زندہ ہیں اپنی قبروں میں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور فرمایا کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حرام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر کھانا انبیاء کا
منکرین سماع موتیٰ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے اس
مسئلہ عدم سماع موتیٰ کو ثابت کرنے کے لئے حضرت عائشہ الصدیقہ
رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام
اعظم رحمتہ اللہ کو عدم سماع موتیٰ کا قائل قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ
تینوں حضرات سماع موتی کے قائل ہیں۔ حضرت عائشہ الصدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے اس قول عدم سماع موتیٰ والے سے رجوع
فرما چکی ہیں۔ اور نیز ان کا قول مرجوع ہے۔

جواب ۲ = مولوی رشید احمد گنگوہی کی عدم سماع موتی کے متعلق
اس کی کتاب کوکب دری ص ۳۱۹ والی عبارت یہ ہے (فالظاهر انکار
السماع وهو الاصلح عندنا) یہ دلیل ان کی صحیح نہیں ہے۔
کیونکہ سماع موتی کے قائل علمائے مجوزین۔ سماع موتی کثیر من التابعین

وتبع التابعین ہیں۔ اور جو سماع موتی کے قائل ہیں ان حضرات کی تعداد ۱۰۸ تک پہنچتی ہے۔ جیسے ہیں حضرت سید احمد طحطاوی حنفی۔ شیخ جمال مکی حنفی۔ بحر العلوم مولانا عبد العلی حنفی شیخ الاسلام دہلوی حنفی شیخ نظام الدین جامع عالم گیری۔ مولانا عبد الحق صاحب محدث دہلوی حنفی وغیرہم جیسے مقتدر اور محقق علماء کی جماعت کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب جیسے محقق و مدقق حضرات کا یہی مذہب ہے۔ دیکھو فیوض الحرمین ان تمام کا یہی مذہب ہے۔ اور یہ تمام سماع موتی کے قائل ہیں۔

جواب ۳: مولوی رشید احمد گنگوہی نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو عدم سماع موتی کا قائل قرار دیا ہے۔ ان کی یہ دلیل بھی غلط ہے۔ کیوں کہ حضرت امام اعظم وہ جلیل القدر ہستی ہیں۔ اور وہ رئیس الحرفاء ہیں۔ جن کا مجھ جیسا حقیر خلاف نہیں کرنا چاہتا تو یہ جم غفیر اور گروہ علماء کاملین کب حضرت امام اعظم کا خلاف کرنا پسند کریں گے۔ تو ضرور ہوا کہ جب اس شد و مد سے یہ گروہ حقہ سماع موتی کا قائل ہے۔ تو امام اعظم کا بھی یہی مذہب ہے۔ ورنہ یہ علمائے کاملین ہرگز ہرگز امام اعظم کا خلاف نہ کرتے اور عدم سماع موتی کے قائل ہوئے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امام اعظم بھی سماع موتی کے قائل ہیں۔

بقول زید۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ امام اعظم سماع موتی کے قائل

نہیں، تو پھر یوں کہنا پڑے گا کہ ان سب علمائے کاملین نے حضرت امام اعظم کا خلاف کیا ہے۔ تو اس پوت سپوت نے حضرت امام اعظم پر بحسب عقیدہ خود کیسا دھبہ لگانا چاہا۔ کہ امامِ اعظم نے کس قدر احادیث کا خلاف کیا۔ اور مذہب اعتزال اختیار کیا۔ اور اس کے علاوہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ رح صاحب کشف نہ ٹھہریں گے۔ جن کو ہزارہا اولیاء اللہ بنظر کشفی دیکھا۔ اور تواتر اولیاء اللہ سے جو امر یقینی ثابت ہوا اس کا امام اعظم صاحب انکار کر رہے ہیں۔ معاذ اللہ من ذالک۔

حالانکہ

امام اعظمؒ سے کس قدر عرفائے زمانہ فیضیاب ہوئے ہیں ہمارے نزدیک بیشک امام ہمام رئیس المکاشفین وسید العارفین ہیں۔۔۔۔ مگر یہ اعتراض۔ زید کی غلط فہمی ہے۔ اور اس غلط فہمی سے یہ اعتراض پیدا ہوا ہے۔

ان ھذا الا ضلال مبین

اگر اس مقام پر زید مصارفہ بالقلب کرے۔ اور یوں کہے کہ بعض فقہا ضرور کتب فقہ میں لکھ رہے ہیں۔ کہ مذہب امام اعظمؒ عدم سماع موتیٰ ہے۔ اور مجتہدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی سماع موتیٰ کی منکر ہیں۔ اور کثیر علماء اس مسئلہ کو مختلف فیہا لکھ رہے ہیں۔ تو پھر ان کو معتزلہ کہنا پڑے گا۔

معاذ اللہ

تو اس کا جواب گذر چکا۔

سوچیئے۔ ذرا تعصب کو دُور کر کے انصافی نظر سے دیکھیئے۔
اور سماع موتیٰ کے قائل ہو جائیئے۔

اب رہا جواب ایک مسئلہ کا جس پر منکرین سماع موتیٰ کو بڑا ناز ہے اور اس کو بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں۔ اور عوام کو فقہا کی طولانی عبارتیں دکھاتے ہیں۔

منکرینِ سماع موتیٰ کا وہ مسئلہ جس پر ان کو فخر ہے۔ اور اسکا جواب =

وہ مسئلہ یہ ہے

کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ میں زید سے نہ بولوں گا۔ تو یہ قسم زندگی پر رہے گی۔ حالت حیات میں اگر کلام کرے گا تو قسم ٹوٹے گی۔ اگر بعد انتقال زید سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا۔ اس مسئلہ سے مانعین یہ سمجھے کہ میت سے حقیقتہً کلام ہی نہیں اور نہ وہ سُنتے ہیں۔ اگر سُنتے تو وہ شخص ضرور حانث ہو جاتا۔

جواب

اب جواب مسئلہ یہ ہے۔ کہ علمائے حنفیہ کے نزدیک یہ بات مُسلّم ہے کہ یمین میں عُرفی معنی مراد ہوتے ہیں۔ نہ لغوی اور نہ ہی شرعی۔ عبارات کتب فقہ میں اس کی مثالیں بے شمار ہیں۔ جو کہ شاہد ہیں۔
دیکھو کفایہ میں مرقوم ہے۔

الاصل ان الالفاظ المستعملة فی الایمان مبنیة علی العرف عندنا۔ قاعدہ یہ ہے کہ الفاظ جو قسموں میں استعمال ہوتے ہیں۔ وہ عرف پر مبنی ہوتے ہیں نزدیک حنفیہ کے مثلاً قسم کھائی کہ میں بچھونے پر نہ سوؤں گا۔ یا چراغ سے روشنی نہ لوں گا۔ یا چھت کے نیچے نہ آؤں گا۔ تو زمین پر اگر بیٹھا یا دھوپ میں یا زیر آسمان تو حانث نہ ہوگا۔ حالانکہ قرآن شریف میں زمین کو فرش۔ سورج کو چراغ اور آسمان کو چھت فرمایا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ جعل لکم الارض فراشا وجعل فیہا سراجا وجعلنا السماء سقفا محفوظاً۔ فرمایا۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے کیا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا۔ اور کیا بیچ اس کے چراغ اور کیا آسمان کو چھت محفوظ سو یہاں بھی حانث نہ ہوگی وجہ یہ ہے۔ کہ میت عرفاً نہیں سنتا۔ اگرچہ واقع اور شرع میں سنتا ہے۔ پس معترض کا استدلال ان عبارات فقہاء سے غلط ہوا۔ الحمد للہ بحث سماع موتیٰ بعونہ وفضلہ تعالیٰ اپنے اختتام کو پہنچی۔

اس کے بعد بحث عذاب قبر اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

~~~~~~~
~~~~~~~

الباب الرابع فی عذاب القبر

اگرچہ بحث سماع موتیٰ میں عذاب قبر کی احادیث بھی مذکور ہوگئی ہیں۔ انھیں علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن مزید تشفی کے لئے عذاب قبر کی اور حدیثیں بھی علیحدہ ذکر کی جاتی ہیں۔ تاکہ یہ مسئلہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

منکر نکیر اور عذاب قبر کے بارے میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں اور سب کے راوی قوی اور مضبوط ہیں۔ جیسے حضرت انس بن مالک علیم داریؓ۔ بشیر ابن کمالؓ۔ ثوبانؓ۔ جابرؓ۔ عبداللہؓ بن رواح۔ عبادہؓ بن صامت۔ حذیفہؓ۔ حمزہؓ بن حبیبؓ۔ ابن عباسؓ۔ ابنؓ عمرؓ۔ ابن مسعودؓ۔ عثمانؓ بن عفان۔ عمرو بن العاص۔ معاذؓ بن جبل۔ ابوامامہؓ۔ ابوالدرداءؓ۔ ابورافعؓ۔ ابوسعیدؓ خدوی۔ ابوقتادہؓ۔ ابوہریرہؓ۔ ابوموسیٰؓ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور حضرت اسماءؓ۔ حضرت عائشہؓ الصدیقہ رضی اللہ عنہا۔ جیسی عظیم الشان اور جلیل القدر ہستیاں روایت

کرنے والی ہیں۔

پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ منکر نکیر کے سوال و جواب کے بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہیں۔ جن میں سے چند یہاں عرض کی جاتی ہیں۔ تاکہ کتاب طویل نہ ہو۔

(۱) روایت ۱ :- جابر بن عبداللہ سے کہ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب میّت مومن کو قبر میں دفن کرتے ہیں۔ تو وہ اس کے لئے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آفتاب قریب غروب کے ہے۔ پس مردہ اٹھ بیٹھتا ہے۔ اور اپنی دونوں آنکھیں ملتا ہے۔ گویا ابھی وہ خواب سے اٹھا ہے۔ نکیرین اس سے سوال کرتے ہیں۔ تو وہ کہتا ہے۔ اس وقت مجھ سے نہ بولو۔ ابھی مجھے عصر کی نماز پڑھنی ہے۔

(۲) روایت ۲ :- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اولاد آدم جس کام کے واسطے پیدا کی گئی ہے۔ اس سے بہت غافل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اس کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ تو فرشتہ کو حکم دیا کہ اس کی روزی لکھو۔ اس کا آنا جانا لکھو۔ اس کی مدّت عمر لکھو۔ اس کے بدبخت اور نیک بخت ہونے کو لکھو۔ فرشتہ ان سب کو لکھ کر چلا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ دوسرا فرشتہ اس کے پاس بھیجتا ہے۔ تاکہ بالغ ہونے تک اس کی حفاظت کرے۔ جب یہ بالغ ہوتا ہے۔ تو وہ فرشتہ چلا جاتا ہے۔ اور دو فرشتے اللہ تعالیٰ اس پر مقرّر کرتا ہے۔ کہ اسکی

نیکی اور بدی لکھیں۔ پس جب موت کا وقت آجاتا ہے۔ تو یہ دونوں چلے جاتے ہیں۔ اور ملک الموت آجاتے ہیں۔ اور روح کو قبض کرتے ہیں۔ جب دفن کیا جاتا ہے۔ تو روح کو اس کے بدن میں ڈالتے ہیں۔ اور قبر کے دو فرشتے منکر اور نکیر آتے ہیں۔ اور اس کا امتحان لے کر چلے جاتے ہیں۔ پھر جب قیامت کا دن آئیگا۔ تو نیکی اور بدی لکھنے والے فرشتے آئیں گے۔ اور اس کی گردن میں جو نامہ اعمال لٹکا یا ہے۔ اس کو کھولیں گے۔ اب ایک فرشتہ آگے سے کھینچتا ہوا دوسرا پیچھے سے دباتا ہوا میدانِ محشر کی طرف لے جائیگا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے آگے اتنا بھاری کام آنے والا ہے۔ کہ تم لوگ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ چاہیئے کہ تم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔

روایت ۳۔ حضرت سہل بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے یزید بن ھارون کو ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیسا معاملہ کیا میری قبر میں دو فرشتے سخت دل اور خوفناک صورت کے آئے۔ اور سوال کیا تیرا رب کون ہے۔ اور تیرا دین کیا ہے۔ اور تیرا نبی کون ہے۔ تو میں اپنی سفید داڑھی پکڑ کر کہا۔ کہ ہم سے ایسا سوال کیوں کرتے ہو۔ اس کا سوال تو اسئی برس تک لوگوں کو سکھاتے آئے ہیں۔ تب وہ دونوں فرشتے چلے گئے۔ اور اسے

چھوڑ گئے۔

روایت ۱۸ = عبد اللہ بن عبد الکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص مرا اور اس کا ایک بھائی تھا۔ جو آنکھ سے بہت کم دیکھتا تھا، اس کے بھائی نے بیان کیا۔

کہ ہم نے اس کو دفن کیا۔ جب سب لوگ چلے گئے تو میں اپنا سر قبر پر رکھ کر کان لگایا۔ اندر سے آواز سُنی۔ کوئی پوچھتا ہے۔ تیرا رب کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔

تیرا نبی کون ہے۔ میں نے اپنے بھائی کی آواز سُنی۔ اور خوب پہچانا کہ یہ آواز میرے بھائی کی ہے۔ وہ کہتا ہے۔

میرا رب اللہ ہے۔

دین میرا اسلام ہے۔

اور نبی میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر مجھ کو معلوم ہوا۔ کہ قبر سے دو آدمی نکلے۔ اس وقت میرے تمام بدن کے بال کھڑے ہو گئے اور میں اپنے گھر لوٹ آیا۔ اسی کے مثل ایک روایت ابو الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی لکھی ہے۔ اور ابن نجار نے اپنی تاریخ میں ابو القاسم مفسر سے روایت کی ہے۔ کہ ہم لوگوں کے استاد تھے۔ جن سے ہم لوگ پڑھا کرتے تھے۔ اُستاد کے ایک دوست کا انتقال ہوا۔ اُستاد نے اُن کو خواب میں دیکھا اور پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیسا معاملہ فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ بخش دیا۔ پھر پوچھا کہ منکر نکیر

کے ساتھ کیسی گزری تو کہا۔ کہ مجھ کو بٹھایا۔ اور پوچھا۔ کہ تیرا رب کون ہے۔ اور تیرا دین کیا ہے۔ اور تیرا نبی کون ہے۔ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ۔ میں نے کہا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا واسطہ دیتا ہوں۔ جواباً میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ اسوقت ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا۔ کہ اس نے بڑا واسطہ دیا ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔ پھر دونوں مجھ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اس روایت کو ابن جریر نے تہذیب الاثار میں لکھا ہے۔

اب ان چار ضمیمہ جات یعنی بحث موت وحیات۔ بحث روح بحث سماع موتیٰ۔ اور بحث عذاب قبر ذکر کرنے کے بعد یہ کتاب نجم الھدیٰ فی مسئلہ حیات المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مکمل ہو گئی۔ الحمد للہ۔

اللہ تعالیٰ تمام قارئین کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس حقیر کی مغفرت کا سبب بنائے۔ آمین۔ وما علینا الا البلاغ۔ آخر میں تمام قارئین کرام سے عرض ہے۔ کہ میری مغفرت کیلئے دعا فرماویں۔

PDF BY

طالب دعا

خلیفہ مدنی تونسوی تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان

+923321717717